خصوصی شمارہ

عورت ذات

آج

124

2025

ایلینا فیرانتے

ڈپٹی نذیر احمد

غلام عباس

عظیم بیگ چغتائی

ویکوم محمد بشیر

صدیق عالم

منیرہ سورتی

فہمیدہ ریاض

جیا جادوانی

ترتیب

اجمل کمال

CITY PRESS

خصوصی شمارہ

عورت ذات

ترجمے:

مسعود الحق

زینت حسام

اجمل کمال

124

ترتیب: اجمل کمال

آج

ادبی کتابی سلسلہ شمارہ124

2025

بینک: میزان بینک، صدر برانچ، کراچی

اکاؤنٹ:City Press Bookshop

اکاؤنٹ نمبر:0100513669(برانچ کوڈ)0132

رابطہ:

آج کی کتابیں،316 مدینہ سٹی مال، عبداللہ ہارون روڈ، صدر، کراچی74400

فون:021-56506233, 0300-3451649

ای میل:cpkarachi2020@gmail.com

ویب سائٹ:AajKiKitabain.com

تعارف

اس خصوصی شمارے کا عنوان عورت ذات ہے۔ اسے female identity کی نسبتاً جدید اصطلاح کا مترادف سمجھیے، گوکہ اردو میں اس اصطلاح کا مختلف نظریاتی اور تخلیقی زاویوں سے استعمال غالباً اس زبان جتنا ہی پرانا ہے۔ آج کے پچھلے خاص شماروں کے برعکس، اس شمارے کی ترتیب میں پہلے سے طے کردہ منصوبے کا دخل نہیں، بلکہ گزشتہ ایک سال کے دوران حاصل کی گئی تحریروں میں ایک مشترک تھیم دیکھ کر انھیں اس شمارے میں یکجا کر دیا گیا ہے، اور ان کے ساتھ اسی تھیم پر مبنی چند پرانی اردو تحریریں بھی شامل کر دی گئی ہیں جنھیں تازہ تحریروں کے ساتھ پڑھنے سے اس موضوع کی معنوی اور تاریخی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اس شمارے میں افسانے (فکشن) کی ایسی مثالیں شامل ہیں جن میں ایک یا ایک سے زیادہ زنانہ کرداروں کی پیشکش کو کسی مخصوص زمانے اور علاقے کی انسانی صورت حال کی چھان بین کے اثرانگیز پیرائے کے طور پر برتا گیا ہے۔ یہ عورتیں اپنے سماجی ماحول کے ساتھ ایک گہری کشمکش کے ذریعے اپنا مکمل — سالم یا مجروح — وجود حاصل کرتی ہیں، اور اس ہمہ گیر عمل کا افسانوی اظہار سماج کی بُنت کو بھی آشکار کر رہا ہوتا ہے اور بدلتے وقت کے ساتھ سماج اور اس میں مروج اقدار میں آنے والی انقلابی تبدیلیوں کو بھی۔

بچپن، لڑکپن، بلوغت، جوانی اور بڑھاپے کے ادوار میں عورت کے سماجی وجود پر اس کا تصوراتی — مثالی، نظریاتی، مذہبی — وجود کا غلبہ قائم رکھنے کی کوشش متواتر جاری رہتی ہے، اور اس کے مقابل عورت کی انفرادی شخصیت اپنے ذہنی اور جسمانی فیصلوں کے ذریعے اس تصوراتی وجود کے تسلط سے رہائی پا کر اپنی زندگی کا نقشہ خود مرتب کرنے (یعنی اپنی تقدیر آپ لکھنے) اور اپنے ارد گرد کے ماحول کو اپنی اور دوسروں کی زندگی کے موافق بنانے کی جدوجہد بھی مسلسل جاری رکھتی ہے۔ طبعزاد اور ترجمہ شدہ فکشن کا یہ انتخاب رنگارنگ سماجی پس منظروں میں عورت کی پُر قوت اور تہہ دار شخصیتوں کے اس وجودی عمل کی دلچسپ اور خیال انگیز کہانیاں پیش کرتا ہے۔

اس شمارے کی پہلی تحریر اطالوی ناول نگار ایلینا فیرانتے کے بے مثال ناول میری ذہین دوست کے دوسرے حصے ''بلوغت'' میں بیسویں صدی کے نصف آخر میں نیپلز شہر کے مزدور پیشہ لوگوں کے محلے میں بچپن سے نوجوانی میں داخل ہونے کے مرحلے سے گزرتی ہوئی لڑکیوں کی کہانی انھی میں سے ایک کی زبانی بیان کی گئی ہے۔ اس اعلیٰ درجے کے افسانوی بیانیے میں بعداز جنگ کے اس ملک میں آنے والی سماجی، معاشی اور سیاسی تبدیلیوں کا پس منظر بھی نہایت خوبی سے ابھرتا ہے۔ اس ناول کا ترجمہ زینت حسام کر رہی ہیں جن کے ترجموں تنہائی کے سو سال اور مہرِ سکوت (منتخب ترجمے) کو بہت پذیرائی ملی ہے۔ میری ذہین دوست بھی مکمل ہونے کے بعد کتاب کی صورت میں شائع ہوگا۔

اس کے بعد اس شمارے میں نمودار ہونے والی تمام تحریروں کا تعلق بیسویں صدی کے برصغیر کے ہندو مسلم معاشرے کے جدید دور میں داخل ہونے کے عمل سے ہے، اور انگریزوں کے کولونیل اقتدار کی متعارف کرائی ہوئی جدیدیت کی ٹیکنالوجی اس عمل کا ایک بڑا محرک معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ ڈپٹی نذیر احمد (1912-1836) کے جس ناول ایامیٰ کے چند ابتدائی ابواب کے اقتباسات ''آزادی بیگم'' کے عنوان سے یہاں پیش کیے جا رہے ہیں وہ 1891 میں — یعنی 1857 کے غدر کے چونتیس برس بعد — شائع ہو چکا تھا، لیکن اس میں ڈپٹی صاحب شمالی بھارت کے اشراف مسلم سماج میں جس اقداری تبدیلی کی برملا تحسین کرتے دکھائی دیتے ہیں اس نے بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں ہی میں رفتار پکڑی — یہ اور بات ہے کہ اس صدی کے وسط کے آتے آتے، 1947 کی تقسیم ہند کے بعد سے سرحد کے دونوں طرف کے غیر اشراف (یعنی اکثریتی) مسلمانوں کے اس عمل میں بھرپور شرکت کا راستہ روک دیا گیا جس کے باعث برصغیر کے اس ذیلی سماج کے ارکان شناخت کے ایک شدید بحران کا شکار ہو گئے اور اب تک ہیں۔ اس منفی سماجی اور سیاسی اقدام کا ایک اشارہ اس بات سے بھی ملتا ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد کے اس آخری ناول کو، جس میں ان کے نقطۂ نظر میں آنے والی خوشگوار تبدیلی واضح طور پر جھلکتی ہے، دانستہ نظرانداز کیا گیا۔ لاہور کے ایک سرکاری اشاعتی ادارے (مجلس ترقی ادب) اور وہیں کے نجی ادارے (سنگ میل پبلی کیشنز) نے ڈپٹی صاحب کے ناولوں کی کلیات شائع کرتے وقت ایامیٰ کو فہرست سے باہر رکھا، جو اس

دقیانوسی سیاست کی ایک نمایاں مثال ہے۔ اردو کے نقادوں میں صرف انیس ناگی نے اس ناول پر نسبتاً تفصیل سے اظہارِ خیال کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ غبی اور بد دیانت نقادوں کی کاوشوں کے زیر اثر ڈپٹی نذیر احمد کا وہی امیج اب تک رائج ہے جس میں ان کو ان کے پہلے ناول توبتہ النصوح کے ایک نمایاں کردار نصوح کا مثیل سمجھا اور بتایا جاتا ہے اور عورتوں کے بارے میں ڈپٹی صاحب کے نقطۂ نظر کو جاننے اور پھیلانے کے لیے صرف اکبری اور اصغری کے قصے یعنی مراۃ العروس پر توجہ مرکوز رکھی جاتی ہے، جبکہ آزادی بیگم کے طاقتور اور معنی خیز کردار کا ذکر کیا ہی نہیں جاتا۔

اگلی تحریر بیسویں صدی کے مشہور اردو افسانہ نگار غلام عباس کا ایک مضمون ہے جو ایک مختصر ناول کے خلاصے اور اس پر تبصرے پر مبنی ہے جس کے مصنف کا نام یقینی طور پر معلوم نہیں ہے۔ جنونِ انتظار یعنی فسانۂ مرزا رسوا کے عنوان سے یہ ناول کم و بیش اسی زمانے میں (یعنی 1899 کے لگ بھگ) سامنے آیا تھا جب مرزا محمد ہادی رسوا (1858-1931) کا معروف ناول امراؤ جان ادا شائع ہوا۔ جنونِ انتظار پر مصنف کے طور پر امراؤ جان ادا کا نام درج ہے، اور اس کی وجہِ تصنیف یہ بیان کی گئی ہے کہ "جب سے آپ نے میری سوانح عمری کے شائع کرنے کا قصد کیا، مجھے بھی کد ہو گئی تھی کہ آپ کے بعض اسرار سے دنیا کو واقف کراؤں"۔ یہ خیال عام ہے کہ یہ ناول بھی مرزا رسوا ہی کا لکھا ہوا ہے، لیکن مرزا صاحب کی زندگی اور تحریروں کی تحقیق کرنے والت مستند لوگوں نے اسے ان کی تصنیفات میں شامل نہیں کیا ہے۔ خواہ یہ کسی کے بھی تخیل کی زائیدہ ہو، اس

ماورائے افسانہ (meta-fictional) قصے کے دلچسپ اور معنی خیز ہونے میں کلام نہیں۔ مرزا رسوا نے اودھ کی ایک طوائف امراؤ جان کی زندگی کی کہانی لکھی اور پھر خود مرزا رسوا کے ایک فرنگن سے عشق کا قصہ جنونِ انتظار کے عنوان سے چھپا جس پر امراؤ جان کا نام بطور مصنف درج تھا۔

اس کے بعد چمکی کا نمبر آتا ہے جو اردو کے صف اول کے ادیب مرزا عظیم بیگ چغتائی (1898۔1941) کا لکھا ہوا ایک شاہکار ناولٹ ہے۔ عظیم بیگ کی ایک اَور حیثیت عصمت چغتائی (1911۔1991) کے بڑے بھائی اور ادبی اتالیق کی بھی ہے۔ چمکی میں نہایت ماہرانہ افسانوی بیانیے سے کام لے کر بیسویں صدی کی پہلی تین دہائیوں میں شمالی بھارت کے روایتی مسلمان سماج کے ایک انگریزی تعلیم یافتہ مرد کی ذہنی ساخت اور عورتوں سے تعلق کے سلسلے میں اس کے عمل کی نہایت عمدہ تصویر اس کی زندگی میں آنے والی تین عورتوں کی زندگی کے تفصیلی مطالعے کے ذریعے پیش کی گئی ہے۔

ویکوم محمد بشیر (1908۔1994) جنوبی بھارت کی ریاست کیرالہ کے معروف اور محبوب ادیب ہیں جن کو جدید ملیالم فکشن کے بنیاد گزاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کا ناولٹ ہاتھی تھا میرے دادا کے پاس کیرالہ کے مسلمان سماج میں جدیدیت کے زیر اثر آنے والی تبدیلیوں کا خاکہ تین عورت کرداروں کے پُرلطف بیان کے ذریعے کھینچتا ہے۔ جن لوگوں نے آج کے زیر اہتمام شائع

ہونے والا ویکوم محمد بشیر کا انتخاب منتخب کہانیاں پڑھ رکھا ہے وہ ان کے منفرد افسانوی اسلوب کو بہت پسند کرتے ہیں۔

اس کے بعد پانچ طبعزاد اور معاصر اردو کہانیاں پیش کی گئی ہیں جن میں سے پہلی صدیق عالم کی کہانی بھارت کے وسطی اور مشرقی خطے میں پھیلی آدی واسی بستیوں میں ہونے والی سماجی اور سیاسی ہلچل کے پس منظر میں ہے۔ منیرہ سورتی کی تین کہانیاں پہلی بار اسی شمارے میں شائع ہو رہی ہیں؛ ان کی ایک کہانی آج کے شمارہ 89 میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ یہ کہانیاں ممبئی کے پس منظر میں بھارت سے آ کر بسنے والے مسلمانوں میں سے چند عورتوں کی زندگی کے قصے سناتی ہیں۔ منیرہ سورتی نے 1947 کے فسادات اور جبری نقل مکانی کے پس منظر میں تحریر کردہ یش پال کے ہندی ناول جھوٹا سچ کا ترجمہ بھی کیا ہے جو آج کے شمارہ 98، 99 ، 100 کی صورت میں شائع ہوا۔ فہمیدہ ریاض کی کہانی ''پرسنل اکاونٹ'' کا اولین روپ اس سے پہلے آج کے شمارہ 27 میں ''کلیپ ہیم ساؤتھ'' کے عنوان سے 1998 میں شائع ہوا تھا۔

اس شمارے کی آخری تحریر جیا جادوانی کا ہندی ناولٹ کایا ہے جو اسی سال (2025) کے شروع میں شائع ہوا ہے۔ جیا جادوانی سندھی اور ہندی زبانوں میں لکھتی ہیں اور ان کے سندھی ناولٹ کا ترجمہ اس شہر میں ایک شہر تھا کے عنوان سے آج کے شمارہ 120 میں شائع ہو چکا ہے اور اب کتاب کی صورت میں دستیاب ہے۔ کایا کا پس منظر موجودہ جدید بھارت کے درمیانہ طبقے میں

لڑکپن سے جوانی میں داخل ہونے والی لڑکیوں کی زندگی ہے جن کو اپنے انفرادی وجود کا جذباتی اور جنسی پہلو تیزی سے تبدیل ہوتے ہوئے شہری سماج میں اپنے اظہار کی گنجائش ڈھونڈ رہا ہے۔ ایلینا فیرانتے کے ناول میری ذہین دوست کے ایک جز سے شروع ہونے والا یہ خصوصی شمارہ جیا جادوانی کے ناولٹ کا یا پر مکمل ہوتا ہے اور ہمارے اپنے سماج میں عورت ذات کے انفرادی اظہار اور اس کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کی دلچسپ اور معنی خیز کہانی کو سمجھنے اور اس سے لطف اور دانائی حاصل کرنے کا ایک منضبط موقع فراہم کرتا ہے۔

اس شمارے سے آج کا ایک خصوصی مصور ایڈیشن بھی شروع کیا جا رہا ہے جس میں ہر بار کسی ایک بصری فنکار (مصور، فوٹو گرافر، مجسمہ ساز) کا منتخب کام شایان شان رنگین چھپائی میں پیش کیا جائے گا۔ اس شمارے میں آپ فرازے سید کی مصوری کا ایک انتخاب دیکھیں گے اور محسوس کریں گے کہ ان کی بنائی ہوئی شاندار پینٹنگز میں موجودہ شمارے کے موضوع سے گہری مناسبت بھی موجود ہے۔ فرازے سید نے اپنی دادی اور معروف مغنیہ ملکہ پکھراج کی آپ بیتی بے زبانی زباں نہ ہو جائے کی ترتیب اور تعارف کا اہم کام بھی سرانجام دیا ہے۔ یہ آپ بیتی آج کے زیر اہتمام شائع کی گئی ہے۔

اجمل کمال

ترتیب

ڈپٹی نذیر احمد	121
غلام عباس	214
چمکی	236
ویکوم محمد بشیر	428
صدیق عالم	545
منیرہ سورتی	572
منیرہ سورتی	591
سورج کا تعاقب	591
فہمیدہ ریاض	617
جیا جادوانی	633

ایلینا فیرانتے

——بلوغت——

کہانی جوتوں کی

1

اکتیس دسمبر 1958 کو لیلا کے ساتھ پہلی دفعہ یہ واقعہ ہوا۔ اس نے حاشیوں کو تحلیل ہوتے ہوے دیکھا۔ یہ اصطلاح میری نہیں ہے، لیلا ہی نے اسے ہمیشہ استعمال کیا۔ اس نے بتایا کہ ان موقعوں پر لوگوں اور چیزوں کے حاشیے اچانک معدوم ہونے لگتے اور غائب ہو جاتے۔ اُس رات جب ہم سب چھت پہ نئے سال 1959 کی آمد کا جشن منا رہے تھے، اچانک لیلا نے اپنے اندر ایک سنسنی سی محسوس کی اور دیکھا کہ لوگ اور چیزیں تحلیل ہو رہی ہیں۔ وہ خوفزدہ ہو گئی اور کسی کو کچھ نہ بتایا کیونکہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کیفیت کو کیا نام دے۔ سالوں بعد، نومبر 1980 کی ایک رات جب ہم چھتیس سال کے شادی شدہ اور بچوں کی ماں بن چکے تھے، لیلا نے تفصیل سے بتایا کہ پہلی دفعہ کیا ہوا تھا؛ ایسا اب تک کبھی کبھار ہوتا ہے اور اس نے یہ اصطلاح پہلی دفعہ استعمال کی۔

ہم ایک اپارٹمنٹ بلڈنگ کی چھت پہ تھے، کھلے آسمان کے نیچے۔ گو کہ بہت سردی تھی، ہم ہلکے پھلکے، بے آستین، کُھلے گلے کے لباس پہنے ہوے تھے تاکہ دلکش نظر آئیں۔ ہم لڑکوں کو دیکھ رہے تھے، خوش باش، جارح، سیاہ شبیہیں، جو جشن کی کیفیت اور شراب و کباب میں بہہ چلے تھے۔ وہ پھلجڑیاں اور پٹاخے چھوڑ رہے تھے، نئے سال کو خوش آمدید کہنے کے لیے۔ یہ سالانہ تہوار تھا جس میں —— تفصیل بعد میں بتاؤں گی —— لیلا کا اہم کردار تھا، جو اَب مطمئن تھی اور آسمان پہ آتش بازی کا نظارہ کر رہی تھی۔ لیکن اچانک —— اس نے مجھے بتایا —— سردی کے باوجود اسے پسینہ آنے لگا۔